بصیرت کے اسباب و موانع

تالیف : محترمہ زہرا قمی
ترجمہ : مولانا شیخ ممتاز علی

بصیرت ایک فطری قوت ہے جو انسان میں استعداد کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ دوسری قوتوں کی طرح پھلتی پھولتی اور منشأ شہود پر ظاہر ہوتی ہے اور اس کے لئے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ قلبی معرفت اور اندرونی شناخت کا نام بصیرت ہے جو ہموار زمین اور اسباب کی فراہمی اور موانع کے برطرف کردینے کے بعد بار آور ہوتی ہے۔ اس مقالہ میں پہلے اس کے عوامل پھر موانع کا ذکر کیا جائے گا۔

پہلی فصل: بصیرت کے علمی عوامل

علمی اور عملی طریقوں سے باطل سے حق کی تشخیص اور بصیرت کے ظاہر ہونے کے لیے قرآن کریم کی آیتیں رہنما ہیں۔ بصیرت کی علمی زمین مندرجہ ذیل چیزوں سے ہموار ہوتی ہے:

۱۔ وحی

آسمانی کتابوں میں وحی کو بہت ہی مستغنی منبع اور معرفت وآگاہی کے عامل کے عنوان سے بہت زیادہ اہم شمار کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا سرچشمہ خدا کا لامتناہی علم ہے۔ انسانوں کی ہدایت، سعادت اور ارتقاء کے لئے جو چیزیں لازمی ہیں انہیں اللہ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ وحی کی شکل میں اس دنیا کے حوالہ کیا ہے۔

علم خداوند کے ساتھ رابطہ کی ایک صورت قرآن کی نظر میں "وحی" ہے نور وحی کے بغیر عقل کمال تک نہیں پہونچ سکتی لہٰذا وحی کو قرآن نے نور سے تعبیر کیا ہے۔[۱]

قرآن کریم میں وحی کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ خفیہ اشارہ۔ ۲۔ ہدایت غریزی۔ ۳۔ الہام (غیبی اشارہ) ۴۔ وحی رسالت۔[۲]

۱۔ قرآن مجید ارشاد میں ارشاد ہوتا ہے" وانزلنا الیکم نوراً مبینا" سورہ مائدہ آیت ۱۵ "قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین" سورہ اعراف، آیت ۱۵۷۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۴۔ سورہ انعام، آیت ۹۱۔ سورہ تغابن، آیت ۸

۲۔ معرفت، محمد ھادی، علوم قرآنی، مؤسسہ فرہنگی تمہید ۱۳۸۰۔ ص ۱۲۔ ۱۳

اس حصہ میں الہام اور وحی رسالت کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

الف: الہام[1]

کبھی کبھی انسان کے دل میں ایسی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے یہ غیبی اشارہ عنایت پروردگار ہے اور اسے بصیرت وآگہی کا منبع اور سبب شمار کیا جاتا ہے۔

جناب موسیٰ کی والدہ گرامی کے بارے میں قرآن کہتا ہے "واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی"[2]

ہم نے قلب مادر موسیٰ پر الہام کیا کہ تم اپنے نوزائیدہ بچے کو دودھ پلاؤ جب اس کے بارے میں دشمنوں کا خوف ہو تو اسے دریائے نیل میں ڈال دینا اور خوف وحزن نہ کرنا۔

ب: وحی رسالت

اس طرح کی وحی، نبوت کا خاصہ ہے قرآن مجید میں ستر سے زیادہ بار اس کا ذکر موجود ہے۔ وحی نبوت ورسالت کے بارے میں سب سے اہم مصداق وحی، قرآن سے تحقیق پیش کی جائے گی۔

قرآن چونکہ آسمانی کتابوں میں سب سے اہم ہے اس وجہ سے مفصل طور پر پہلے قرآن کے بصائر ہونے پھر توریت کے بعض حصوں سے بصیرت کے کچھ نمونے پیش کئے جائیں گے:

الف۔ قرآن کریم:

قرآن کریم معرفت کا سب سے بڑا اور مستغنی سرچشمہ ہے یہ مختلف پہلوؤں (منجملہ اخلاق، احکام انسان شناسی، عالم شناسی، تاریخ وعقائد) میں انسانوں کو صحیح بینش عطا کرتا ہے جیسا کہ آیت میں ارشاد ہو رہا ہے: "ھذا بصآئر للنّاس وھدًی ورّحمة لّقوم یّوقنون"[3] یہ قرآن لوگوں کے لئے بصیرت (بینش) کا وسیلہ ہے اور یقین کرنے والی قوم کے لئے ہدایت ورحمت کا وسیلہ ہے۔

حصول سعادت کی بہترین روش کی طرف قرآن میں رہنمائی موجود ہے یہ ہر رخ سے دلیل کو مکمل کرتا ہے۔[4] قرآن کو بصائر کے نام سے یاد کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ قرآن خود ہی

۱۔ آج کی اصطلاح میں " وحی" عام طور پر نبوت پو ہونے والی وحی کو کہتے ہیں اور اس کے علاوہ کو الہام کہتے ہیں مکارم شیرازی، ناصر، ج ۲، ص ۲۴۴

۲۔ سورۂ قصص، آیت ۷

۳۔ سورۂ جاثیہ، آیت ۲۰

۴۔ خطیب عبدالکریم، التفسیر القرآنی للقرآن، ج ۱۷۔ ص ۱۱۹

بصیرت کا سرچشمہ ہے۔[۱]

ذاتی طور پر قرآن بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان خالص اطمینان کا حامل اور شک واضطراب سے دور ہو جب دل میں یقین واطمینان پیدا ہوتا ہے تو انسان اس راستہ کی معرفت حاصل کرلیتا ہے۔ اس کی ہر آیت بصیرت اور بینائی ہے اور اس کا ہر مضمون بشریت کی ہدایت کا ضامن ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے: "قد جآء کم بصآئر من رّبّکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا ومآ انا علیکم بحفیظ"[۲] بالتحقیق تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے روشن دلائل آچکے ہیں لہٰذا جو بصیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اسی کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور جو چشم پوشی کرتا ہے یہ بات خود اسی کے لئے نقصان دہ ہے اور میں تمہاری نگہبانی کرنے والا نہیں ہوں۔

بصائر سے مراد پورا قرآن ہے۔ صاحب مفاتیح الغیب راقم ہیں " فلما کانت ھذہ الایات اسبابا لحصول البصائر، سمیت ھذہ الایات انفسھا بالبصائر"

جہاں یہ آیتیں بصیرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں وہیں امام فخر الدین رازی کی نظر میں ان کا نام آیات بصیرت بھی ہے۔[۳]

آیت " افلا یتدبرون القرآن "[۴] کے مطابق قرآن میں غور وفکر کرنے سے حجابات اٹھ جاتے ہیں (حقائق واضح وروشن ہوجاتے ہیں) دل کے دریچے کھل جاتے ہیں، معرفت کا نور دل پر جاری ہونے لگتا ہے، افکار کام کرنے لگتے ہیں عقلیں جوش کھانے لگتی ہیں، باطن انسان خالص، روح زندہ، روشن اور نورانی ہوجاتی ہے۔

ب: توریت

ہر شریعت کی کتاب اس شریعت کے پیغمبر کے معنوی حصہ کی حکایت کرتی ہے اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق فرائض حدود اور احکام کی پہلی کتاب توریت ہے۔[۵]

۱۔ ایضاً

۲۔ سورۂ انعام، آیت ۱۰۴

۳۔ امام رازی، فخر الدین، ابو عبد اللہ محمد بن عمر" مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث، بیروت، مطبوعہ سوم

۴۔ سورۂ محمد، آیت ۲۴

۵۔ قرطبی، محمد، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۲۹۰

قرآن کہتا ہے:

" ولقد اٰتینا موسی الکتاب من بعدما اھلکنا القرون الاولیٰ بصائرَ للنّاس وھدًی ورحمۃً لّعلّھم یتذکّرون"[1] گذشتہ امتوں کو ان کی کرتوت کی بنا پر ہلاک کرنے کے بعد بصیرت، رحمت اور ہدایت خلق کے لیے موسیٰ کو کتاب عطا کی تاکہ لوگوں کی یاددہانی ہو جائے۔

بصائر بصیرت کی جمع ہے۔ آسمانی کتابیں انسان مومن کو بہت ساری دلیلوں کے ذریعہ بصیرتیں عطا کرتی ہیں[2] گویا بصائر سے مراد حجت اور روشن دلیلیں ہیں جن کے ذریعہ حق نظر آنے لگتا ہے اور حق و باطل کے درمیان تمیز ہو جاتی ہے۔[3]

توریت اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب بصیرت ہے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کریں ایک ایسا نور ہے جو اللہ کی طرف سے مومنین کے دیدۂ بصیرت کو وا کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس آیت اور دوسری آیتوں کو پڑھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آسمانی کتابیں مصدر ہدایت، سرچشمۂ نور و بصیرت اور منبع تدبر ہیں۔

۲۔ تفکر

عالم ہستی میں غور و فکر کے ذریعہ صاحب بصیرت اپنے دل کو زندہ کرتا ہے اور اس طرح وہ راہ سعادت طے کرتا ہے۔ فکر وہ توانائی ہے جو انسان کو علم سے علوم کی طرف لے جاتی ہے۔ بعض افراد فکر کو " فرک" کا مقلوب لفظی سمجھتے ہیں" فرک الامور وبحثھا"[4] امور کی حقیقت تک پہونچنے کے لیے تحقیق و جستجو کرنا۔

قصص، امثال اور تبیین احکام کے ذکر کو قرآن حکیم نے تفکر کی زمین ہموار کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ بہت ساری آیتوں میں انسان کو غور و فکر کی ترغیب دی گئی ہے۔[5]

ارشاد ہوتا ہے" قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون-"[6]

۱۔ سورۂ قصص، آیت ۴۳

۲۔ ابن عاشور، ج ۲۰، ص ۶۴

۳۔ طباطبائی، ج ۱۶، ص ۴۷

۴۔ راغب اصفہانی، ج ۳، ص ۸۶-۸۷

۵۔ سورہ اعراف، آیت ۱۷۶۔ سورہ یوسف، آیت ۱۱۱۔ سورہ زمر، آیت ۷۔ سورہ حشر، آیت ۲۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۹۔ سورہ قصص، آیت ۵۱

۶۔ سورہ انعام، آیت ۵۰

کیا بینا اور نابینا برابر ہیں آخر تم لوگ غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔

خدا کی صنعت کے بارے میں غور وفکر قرآن کے مطابق بصیرت کی افزائش کا ذریعہ ہے۔ جن آیتوں میں اللہ نے اپنی صنعتوں کا ذکر کیا ہے بصیرت کی طاقت میں اضافہ کے لئے اس نے ان میں غور وفکر کی دعوت دی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ " افلم ینظروا الی السّماء فوقھم کیف بنینا ھا وزینا ھا ومالھا من فروج" "تبصرة وذکری لکل عبد منیب "[۱] کیا تم نے اپنے سر پر بنے ہوئے آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسے بنایا اور زینت بخشی ہے اس میں کہیں بھی شگاف نہیں ہے؟ تاکہ ہر توبہ کرنے والے بندہ کے لئے بصیرت افزا اور پند آموز ہو۔

۳۔ تعقل

انسان کے لیے عقل وخرد خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو تمام موجودات پر اس کے شرف کا باعث اور اس کے وجود کا ستون ہے۔ ہوش مندی اور علم ودانش عقل کی دین ہے اور انسان اسی کے ذریعہ کمال تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

قرآن نے بہت سارے مقامات پر تعقل کی دعوت دی ہے: " افلا تعقلون "[۲] کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ کتاب خدا نے تبیین آیات کا مطلب تعقل بتایا ہے: "کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تعقلون"[۳] اس طرح اللہ اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور کبھی عقل سے کام نہ لینے پر سرزنش کرتا ہے" والدّارُ الآخرةُ خیر لّلذّین یتّقون افلا تعقلون"[۴] جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے آخرت کا گھر بہتر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لوگے۔

اور کبھی بعض افراد کے جہنم واصل ہونے کا سبب عدم تعقل بیان کرتا ہے۔" وقالوا لوکنا نسمع او نعقل ماکنّا فی اصحاب السعیر"[۵] ان لوگوں نے کہا کہ اگر ہم سننے اور عقل سے کام لیتے تو جہنم میں نہ جاتے۔

عقل وہ گوہر گراں مایہ ہے جسے اللہ نے انسان کے وجود میں پوشیدہ رکھا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ مصالح، مفاسد، فائدہ، نقصان، سعادت وشقاوت کے عوامل واسباب یہاں تک کہ " کیا ہونا اور کیا نہیں

۱۔ سورہ ق، آیت ۶۔۸

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۷۶۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۵۔ سورہ انعام، آیت ۳۲۔ سورہ اعراف، آیت ۱۶۹۔ سورہ یونس، آیت ۱۶

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۴۲

۴۔ سورہ اعراف، آیت ۱۶۹

۵۔ سورہ ملک، آیت ۱۰

ہونا چاہئے" کو پہچانے۔ قرآن میں عقل وخرد کی مختلف تعبیریں بیان کی گئی ہیں اور ہر تعبیر اس نفسانی گوہر کے کسی ایک پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ انسانی توانائی کو جب برائیوں سے روکتی ہے تو اس کا نام عقل اور نُہیٰ ہوتا ہے۔

عقل کے کاموں کے لئے قرآن مجید میں جو تعبیرات آئی ہیں، ان کے مراتب بیان ہوئے ہیں جو "شعور" یعنی ایک سادہ ادراک کے مرحلہ سے شروع ہوتا ہے پھر "فقہ" کے مرحلہ تک یہ ادراک پہونچتا ہے جس میں ادلہ کے ذریعہ موجودہ مطالب سے پوشیدہ مطالب تک پہونچنے کا عمل ہوتا ہے۔ اس کے بعد "فکر" کا مرحلہ آتا ہے جس میں حقائق کے تجزیہ اور تجربہ پر نظر ہوتی ہے اس کے بعد "ذکر" کا مرحلہ یعنی حفظ اور یادآوری اور اس سے بالاتر مرحلہ "نہی" کا ہے اس میں حقائق کا گہرائی سے ادراک ہوتا ہے اور آخر میں بصیرت کا مرحلہ یعنی عمیق نظر کا مرحلہ ہے۔ جس چیز کے ذریعہ عقلی اور نقلی ناپسندی کو ترک کرنے اور بچنے کی طلب اور دعوت دی گئی ہے اسے نہیہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً عقل، علم، عزم، بصیرت۔[1]

۴۔ عبرت

تمام الٰہی ادیان اور تربیتی مکاتب اپنے ماننے والوں کو گزشتہ لوگوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ایک کامل ومکمل دین الٰہی ہونے کی حیثیت سے اسلام نے مسلمانوں کو دوسروں کی سرگذشت میں تفکر اور غور وفکر کے ساتھ آفاق وانفس کے سیر کی دعوت دی۔ قرآن میں لفظ عبرت اور اعتبار سات بار آیا ہے اس طرح اہل بصیرت کی ترغیب وتشویق کا انتظام کیا گیا ہے "فاعتبروا یاأولی الابَصار"۔[2]

تربیت کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان درک اور بصیرت کے اس درجہ پر پہونچ جائے جہاں وہ زندگی کے مختلف مراحل میں تجزیہ، تحلیل اور امور کو حل فصل کرنے کی صلاحیت پیدا کرلے، عبرت وہ راستہ ہے جو انسان کو تربیت کے اس مقصد تک لے جاتا ہے۔ گذشتہ اور تجربہ میں آئی ہوئی چیز کی معرفت کے ذریعہ آنیوالی چیزوں کے پہچاننے والی حالت کا نام عبرت ہے۔[3]

دوسری فصل: بصیرت کے عملی عوامل

دینی تعلیمات کی بنیاد پر قوت بصیرت کو پھلنے پھولنے کے لیے علمی مجاہدت کے علاوہ عملی مجاہدت کی

۱۔ جوادی آملی "ادب فنای مقربان" جلد ۲، ص ۱۸

۲۔ سورۂ حشر، آیت ۲

۳۔ راغب اصفہانی، ج ۲، ص ۵۴۲

بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر انسان اپنی توانائیوں کو خدا کے بتائے ہوئے طریقہ پر استعمال کرے تو اس کے دل پر نور بصیرت کا نزول ہوتا اور کمال مطلق کی طرف بڑھنے کا اسے راستہ مل جاتا ہے۔ خدا نے وعدہ کیا ہے " والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا "[۱]

جن لوگوں نے ہمارے راستہ میں کوشش کی ہے ہم یقیناً انہیں اپنے راستہ کی ہدایت کریں گے۔

اس حصہ میں ہم بصیرت کو پروان چڑھانے والے عملی اسباب کی فہرست پیش کریں گے۔

۱۔ تقویٰ

یعنی انسان اپنی خواہشات اور میلانات پر قابو رکھے اور شرع کے حدود میں اس کی تکمیل کا سامان فراہم کرے۔ بلند رفتاری اور ارتقائے نفس کی طرف انسان کی رہنمائی کرنے والی قوت کو تقویٰ کہتے ہیں یہ انسان کی ترقی اور توازن کا بنیادی سبب ہے دنیا اور آخرت کے مصالح کی تشخیص کے لئے تقویٰ انسان کو صحیح بصیرت اور بلند نگاہی عطا کرتا ہے۔

قرآن کریم میں خدا نے تقوے کے ثمرات کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے " یا ایّھا الّذین اٰمنوا اتّقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رّحمتہ ویجعل لّکم نوراً تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رّحیم "۔[۲] اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تاکہ خدا اپنی رحمت سے تمہارے لئے دوسرا حصہ عطا کرے اور تمہارے لئے ایسا نور قرار دے جس کی روشنی میں تم راستہ طے کرو اور تمہیں بخش دے وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۲۔ یاد خدا

یاد خدا اور ذکر سے دل کو جلا ملتی ہے اس کے ذریعہ تجلیات الٰہی حاصل کرنے کی آمادگی پیدا ہوتی ہے۔ بندہ عاشق کے لئے یاد خدا سب سے زیادہ لذت بخش ہے۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: الٰھی ما الذّی خواطر الالھام بذکرک علی القلوب "[۳] پالنے والے دلوں میں تیری یاد کا آنا کتنا لذت بخش ہے۔ آپ کسی دوسری لذت کو ذکر خدا سے زیادہ لذت بخش نہیں سمجھتے اور دوسری لذتوں پر طلب

۱۔ سورۂ عنکبوت، آیت ۶۹

۲۔ سورۂ حدید، آیت ۲۸

۳۔ مجلسی، ج ۹۱، ص ۱۵۰

مغفرت کرتے ہیں" استغفرک من کل لذۃ بغیر ذکرک"[۱]

یاد خدا سے انسانی روح کو بلندی اور بصیرت ملتی ہے اور اس طرح انسان چھپے ہوئے شیطانی وسوسوں کو بڑی آسانی سے پہچان لیتا ہے۔"انّ الّذین اتقوا اذا مسّھم طائفٌ من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون"[۲]

اہل تقویٰ جب شیطان کے وسوسوں کا شکار ہوتے ہیں تو یاد خدا میں منہمک ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں بینائی مل جاتی ہے۔

جو چیز پہلے مجہول تھی یا آدمی جس چیز سے غافل تھا اس چیز کے بارے میں تفکر کو" تذکر" کہتے ہیں اس آیت کو پہلے والی آیت کے استعاذہ کے حکم کی دلیل کے طور پر بیان کیا گیا ہے یعنی جب شیطان مداخلت کرے تو خدا کی پناہ طلب کرو، وہ مومنین سے اس کے شر کو دفع کرتا ہے غفلت کے پردہ کو اٹھا دیتا ہے پھر انسان بینا اور بصیر بن جاتا ہے۔[۳]

۳۔ اخلاص

دینی تعلیمات میں اخلاص کی بڑی اہمیت ہے۔ خدا کے نزدیک ہر کام کی قدر و قیمت کا معیار یہی ہے روشن نگاہی، بصیرت اور حق و باطل کی شناخت کی قدرت اخلاص کا نتیجہ ہے۔[۴] اخلاص، قلب کی نورانیت کا سبب ہوتا ہے۔ انسان کا دل اس کے اعضاء اور قوا پر حاکم ہوتا ہے۔ اخلاص جتنا زیادہ ہوگا قلب اتنا ہی نورانی بنے گا یہاں تک سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچ جائے اور یہی اخلاص محض ہے جس کا تعلق انسان معصوم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔

اگر حامل استعداد دل با اخلاص ہو جائے تو علمی اور عملی قوتوں کے لیے اس کے اندر علم و عمل کے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں۔[۵]

رسول خدا فرماتے ہیں" ما اخلص عبد للہ عزوجل اربعین صباحاً الاجرت ینابیعُ الحکمۃ من

۱۔ مجلسی، ج۹۱، ص۱۵۱

۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۰۱

۳۔ طباطبائی، جلد ۸، ص ۴۹۸

۴۔ حضرت علی نے فرمایا: "عند تحقق الاخلاص تستنیر البصائر"۔ اخلاص کی بنا پر بصیرت روشن ہو جاتی ہے۔

۵۔ قرآن حکیم از منظر امام رضاؑ از جوادی آملی، عبد اللہ، ترجمہ زینب کربلائی، اسراء، قم ۱۳۸۲، ص ۲۳۲

قلبہ علی لسانہ "[1] جو شخص چالیس دنوں تک اخلاص کے ساتھ عمل کرے گا خدا اس کے دل میں حکمت کی جوت جگادے گا اور اس کی زبان پر حکمت کا چشمہ جاری کرے گا۔

مخلص انسان، علم الٰہی حاصل کرتا ہے اور اسمائے حسنیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے قرآن کہتا ہے "الم تر ان اللہ انزل من السمآء ماءً فسلکہ ینابیع فی الارض۔۔۔"[2] خدا اپنی خاص رہنمائی سے پانی کو زمین میں جاری کرتا ہے اور مناسب جگہ پر زمین شگافتہ ہوتی ہے پھر اس سے چشمہ اُبل پڑتا ہے۔ انسان کے دلوں کی تقویٰ اور فجور کی تشخیص کے راستے اور نبض، خدا کی ہدایت پر حرکت کرتے ہیں اور یہ چشمے ہمیشہ جاری وساری رہتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی باطل خیالات اور ناروا عمل کی بناپر ان چشموں کو بند کردیتا ہے تو" کلّا بل ران علیٰ قلوبھم ماکانوا یکسبون" [3]

ایسی صورت میں فطری علوم دفن ہوجاتے ہیں پھر ان میں کوئی ابال پیدا نہیں ہوتا۔[4]

۴۔ زہد

لغت میں زہد کے معنی عدم میلان اور روگردانی کے ہیں۔[5] امیر المومنینؑ کے کلام کی روشنی میں آرزوؤں کو کم کرنے، نعمتوں کے لیے شکر اور حرام چیزوں سے بچنے کو زہد کہتے ہیں۔[6] کام، کوشش اور حلال نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ دنیا سے بے اعتنائی زہد ہے دینی تعلیمات میں جس کا حکم دیا گیا ہے۔

جب مومن میں تقویٰ دوام پیدا کرے اور اس کے وجود میں گناہوں کی خواہش مردہ ہوجائے تو وہ زہد کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ دینی تعلیمات میں بغیر تعلم کے علم کی پیدائش کی ایک شرط " زہد " ہے یہ نور بصیرت شمار ہوتا ہے اس سے حکمت کے ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔[7] آنحضرت ﷺ نے ارشاد

۱۔ مجلسی، ج ۶۷، ص ۲۴۲، شیبری تاج الدین " جامع الاخبار" رضی قم ۱۳۶۳ ش ص ۹۴

۲۔ سورۂ زمر، آیت ۲۱

۳۔ سورۂ مطففین، آیت ۱۴

۴۔ جوادی آملی، عبد اللہ " مراحل اخلاق در قرآن" تنظیم علی اسلامی، اسرام، قم ۱۳۷۷ ش، ج ۱۱ ص ۲۵۶

۵۔ الزاھد فی الشئ وہ ہے جو کسی شئے سے روگرداں ہو اور اس کی طرف میلان نہ رکھتا ہو کم پر راضی ہوجائے۔

۶۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "الزھادۃ قصر الامل والشکر عند النعم والتورع عند المحارم" نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸

۷۔ حضرت علیؑ نے فرمایا "الزھدِ تثمر الحکمۃ " آمدی، ص ۲۷۷

فرمایا: " من یرغب فی الدنیا فطال فیھا أملہ اعمی اللہ قلبہ علی قدر رغبتہ فیھا ومن زھد فیھا فقصّر فیھا أملہ اعطاہ اللہ علماً بغیر تعلّم وھُدیً بغیر ھدایۃ واذھب عنہ العمی وجعلہ بصیرا "[1] جو دنیا کی رغبت رکھتا ہے (ہوا وہوس اس پر غالب آجاتے ہیں) اور دنیا کے سلسلہ میں اس کی آرزوئیں دراز ہوجاتی ہیں تو اس کی رغبت کے بقدر خدا اس کے دل کو اندھا بنادیتا ہے۔ جو دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے اس کی آرزوئیں کم ہوتی ہیں۔ خداوند عالم اسے بغیر تعلم کے علم اور بغیر رہنما کے ہدایت عطا کرتا ہے اس سے اندھے پن کو دور کرتا ہے اور صاحب بصیرت بنادیتا ہے۔

۵۔ صالحین کی ولایت

صالحین کی حکومت، معاشرہ کی بصیرت کی زمین ہموار کرتی ہے اس سے بصیرت کی سیاست اور حاکمیت کے اصول وضوابط سے ربط پیدا ہوتا ہے جیسا کہ مکہ میں قیام کے زمانہ میں اگرچہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس ظاہری حکومت نہیں تھی پھر بھی آپ نے اپنے اصحاب کو بصیر وآگاہ بنانے کے لیے ان کی فکری اور عقیدتی پرورش فرمائی۔[2]

دعوت پیغمبرؐ بصیرت کے ساتھ تھی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے آیت اللہ جوادی آملی بیان فرماتے ہیں۔

"قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتّبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین۔"[3]

یعنی میں اپنے آپ کو اور اپنی پیروی کرنے والوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور یہ دعوت الی اللہ بصیرت کی بنیاد پر ہے۔ یعنی ہمیں معلوم ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اس آیت کی بنا پر پیغمبرؐ اور ان کے پیروکاروں کی دعوت آگہی کے ساتھ ہے اسے قبول کرنا یا نہ کرنا بھی بصیرت وآگہی کی بنا پر ہے۔[4]

یہاں پیغمبرؐ کے پیروکاروں سے مراد وہ افراد ہیں جو معارف میں آپ کی پیروی کرتے ہیں نہ کہ اصل اسلام میں پیروی کرنے والے مراد ہیں اور ان کے متبعین میں وہ شامل ہیں جو صاحب بصیرت ہیں اندھی تقلید، کرنے والے شامل نہیں ہیں آپ کے پیروکار آپ کے وہ خاص شاگرد تھے جو آگاہی اور

۱۔ مجلسی، بحار، ج ۴۷، ص ۱۶۵

۲۔ جوادی آملی " ادب فنای مقربان" ، جلد ۲، ص ۳۰۵

۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۸

۴۔ جوادی آملی، عبداللہ " اسلام وروابط بین الملل" محقق سعید بند علی، اسراء، قم ۱۳۸۸ ص ۱۲۰

بصیرت کے ساتھ دوسروں کو حق کی دعوت دیتے تھے۔ لوگوں کا وہ ہجوم نہیں ہے جو صرف تقلیدی مسلمان ہے چاہے وہ تقلید اجمالی تحقیق کی بنیاد پر ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی وہ افراد جنہوں نے رسولؐ کی حقانیت کو تشخیص دیکر آپ کی بات قبول کی ہے ان کا ایمان بھی قابل قبول ہے۔[۱]

پیغمبرؐ کی دعوت میں وہی شریک ہو سکتا ہے جو بصیرت اور یقین کامل کا مرقع ہو اسی وجہ سے اس آیت کے تابعین کے عنوان سے بعض روایت میں امیر المومنینؑ اور سارے ائمہ علیہم السلام پر اس کی تطبیق نظر آتی ہے۔[۲]

موانع بصیرت

قوت بصیرت کو منزل کمال تک پہونچانے کے لیے، افراد اور معاشرہ کی بصیرت کے لیے اس کے موانع کی شناخت کے ذریعہ کسب بصیرت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اس حصہ میں پہلے انفرادی پھر اجتماعی موانع کی تحقیق ہوگی:

انفرادی موانع

موانع بصیرت کی وجہ سے انسان اس کے اصلی نتیجہ یعنی حق و باطل میں شناخت سے محروم رہ جاتا ہے۔ قلب وہ آئینہ ہے جس میں جلوۂ خدا نظر آتا ہے اگر صفحۂ دل سیاہ اور آئینہ قلب گرد آلود ہو جائے تو انسان شہود سے محروم رہ جائے گا۔ انفرادی موانع مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ خواہشات نفس کی پیروی

ہوا و ہوس پرستی، نفسانی خواہشات سے افراط کی حد تک اور خواہشات کی پیروی نفس کی وسوسہ انگیز توانائی کی پیداوار ہے۔ نفس کے بہت سے درجات ہیں اس کا سب سے پست درجہ نفس امارہ ہے جو انسان پر خواہشات کا بوجھ ڈالتا ہے اور اس سے بے بصیرتی پیدا ہوتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے۔ "انّ النفس لامّارۃ بالسّوء"[۳] بے شک انسان کا نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دیتا ہے۔ بصیرت کے موانع میں ہوائے نفس کا کیا کردار ہوتا ہے اسے حضرت علیؑ نے پیش کرتے ہوئے فرمایا "من رکب الھوی ادرک العمی"[۴] جو

۱۔ جوادی آملی، " سیرۃ پیامبران در قرآن" محقق علی اسلامی، اسراء، قم ۱۳۸۹ ج ۶ ص ۸۴

۲۔ جوادی آملی" ادب فنای مقربان" ج ۲، ص ۳۰۴

۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۵۳

۴۔ آمدی، ص ۳۰۷، نوری ج ۱۲، ص ۱۱۵

خواہشات کے مرکب پر سوار ہوتا ہے وہ اندھے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔

خواہشات کی پیروی کرنے والا حق بین، حق پرست اور خدا محور نہیں ہے۔خواہشات نفس اس کی بصیرت کو ختم کردیتے ہیں وہ بلعم باعور کی طرح مقام قرب تک پہونچ کر ہواپرستی اور راہ بصیرت کے مسدود ہو جانے کی بناپر قعر مذلت میں گرپڑتا ہے اللہ فرماتا ہے۔" افرأیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہُ واضلّہ اللہ علی علمٍ وّختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون۔"[1]

کیا تم نے اسے (ہدایت کے قابل نہ سمجھ کر) گمراہ کردیا اس کے دل اور اس کی سماعت پر مہر لگادی اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ایسی صورت میں خدا کے سوا اس کی ہدایت کون کرسکتا ہے۔

اسے نابینائی، سماعت کی خرابی اور بے بصیرتی کا تحفہ حاصل ہوا ہے۔ ہواپرستی کی بناپر انسان حق پر باطل کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے، اطاعت خدا پر اطاعت مخلوق کو ترجیح دیتا ہے۔

۲۔ ارتکاب گناہ

قرآن مجید نے گناہ کو آئینہ قلب دھندلا کرنے کا سبب قرار دیا ہے اس کی وجہ سے انسان، آیات، آفاق وانفس کو درک کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ دل نابینا، حق وباطل میں تشخیص کی صلاحیت کھو دیتا ہے اور یہی بے بصیرتی ہے۔انسان کی عقل پر گناہ اثر انداز ہوتا ہے اور وہ حق تشخیص اور حقیقی معرفت کی صلاحیت کھو دیتا ہے خداوندعالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ۔" ولکن قست قلوبھم وزیّن لھم الشّیطٰن ماکانوایعملون"[2]

لیکن ان کے دل سخت ہوگئے ہیں شیطان نے ان کے اعمال کو آراستہ کرکے پیش کیا ہے ایسے افراد حقیقت کا آئینہ اور حق کی نشانی، جہان خارج کو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ ان کے چشم باطن اور حقیقت جہانِ خارج (اس دنیا) کے درمیان بہت بڑی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے۔ "وجعلنا من بین ایدیھم سدّا وّمن خلفھم سدّاً فاغشینٰھم فھم لایُبصرون۔"[3]

۱۔ سورہ جاثیہ، آیت ۲۳

۲۔ سورہ انعام، آیت ۴۳

۳۔ سورہ یٰسین، آیت ۹

نتیجۃً نہ وہ اپنے سامنے کی چیز دیکھتے ہیں اور نہ ان کی نگاہ پس پشت ہے نہ انہیں مستقبل کی خبر ہے اور نہ ماضی کی کیونکہ وہ ہر طرف سے گناہ کے نرغہ میں محصور ہیں۔[۱]

جو چیز انسان کو یاد خدا سے روکتی اور اس کی بارگاہ میں حضوری سے مانع ہے وہ دنیا ہے دنیا زدہ دل مردہ ہے اسے حکمت عملی کے ذریعہ زندہ کیا جا سکتا ہے۔[۲]

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الّذين لعنهم الله فاصمّهم واعمٰى ابصارهم"[۳]

اے منافقو! تم خدا کی فرمانبرداری اور اطاعت قرآن سے روگردانی کرتے ہو یا زمین میں فساد پھیلاتے ہو اور قطع رحم کرتے ہو پھر اس کے باوجود (نجات کی) امید رکھتے ہو؟ یہی وہ منافقین ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا بنا دیا ہے۔

۳۔ دنیاداری

دنیا خدا کی مخلوق ہے اس کی ہر شئے میں جمال الٰہی کی نشانی پنہاں ہے۔ انسان اسی گہوارہ میں رشد وہدایت کی منزلیں طے کرتا ہے لیکن اس سے دلبستگی کی بنا پر بصیرت کی آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں درحقیقت جو دنیا کی طرف دیکھتا ہے دنیا اس کے لیے آئینۂ عبرت بن جاتی ہے دنیا ہی اسے بابصیرت بناتی ہے اور جو دنیا کو مقصد سمجھ بیٹھتا ہے دنیا اسے اندھا بنا دیتی ہے اس طرح بے بصیرتی کی زمین ہموار ہونے لگتی ہے۔ جب عہدہ اور حب ثروت، حب دنیا کے مصادیق ہیں، غیر اللہ کی محبت اور دوستی جتنی بڑھتی جائے گی انسان کی آنکھ اور سماعت کے پردے اتنے ہی دبیز ہوتے جائیں گے۔ دنیا طلب انسانوں کی نظر میں ہر چیز مال وثروت پر تولی جاتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ثروت پرست افراد کہتے تھے " وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجلٍ من القريتين عظيم"۔[۴]

یہ قرآن مکہ ومدینہ کے کسی ثروت مند شخصیت پر کیوں نہیں نازل ہوا۔

۱۔ جوادی آملی، عبداللہ، " توحید در قرآن " جلد ۲، ص ۱۷
۲۔ جوادی آملی، ص ۴۰۹
۳۔ سورہ محمد، آیت ۲۲۔ ۲۳
۴۔ سورہ زخرف، آیت، ۳۱

جب تمام چیزیں زینت دنیا میں سمٹ کر رہ جاتی ہیں تو تھوڑی سی دولت بھی انسان کو حق کا مخالف بنا دیتی ہے، انسانی بصیرت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ثروت شہوت کی جڑ ہے۔[۱] شہوت بے خودی پیدا کرتی ہے انسان نابینا ہو جاتا ہے۔ اہل بصیرت کی نگاہ میں ثروت وسرمایہ نعمت الٰہی ہے جس کا حصول راہ خیر کے ذریعہ ہونا اور پھر اسے راہ خیر میں صرف ہونا چاہئے۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ مسلمانوں اور اسلام کی بقا کا ذریعہ یہ ہے کہ مال ان افراد کے پاس ہو جو حق اور میزان کار خیر کو پہچانتے ہوں اور اس مال سے ہمیشہ کار خیر انجام دیتے ہوں۔[۲]

۴۔ حد سے بڑھی امیدیں

امیدیں اور آرزوئیں بارش کے قطرہ کی طرح انسان کے دل کو زندہ رکھتی ہیں اور اگر بڑھ جائیں تو سیلاب کی طرح اسے ویران بھی کر دیتی ہیں۔ پھر انسان دنیا پرستی ظلم اور جرائم میں غرق ہو جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں امید وآرزو سے ہی گردش قائم ہے اگر یہ نہ ہوں تو نظام زندگی درہم برہم ہو جائے اور اپنی فعالیت کے لئے کسی انسان کے پاس شاید ہی کوئی دلیل رہ جائے۔ نبی اکرم فرماتے ہیں[۳] "الامل رحمة لامتی ولولا الامل مارضعت والدة ولدها ولاغرس عارس شجراً "[۴] امید ہماری امت کے لئے رحمت ہے اگر یہ نہ ہوتی تو کوئی ماں نہ تو اپنے بچے کو دودھ پلاتی اور نہ کوئی باغبان کوئی درخت لگاتا۔ حد سے بڑھی ہوئی آرزوؤں کا نتیجہ گناہ، قساوت قلب، موت کی فراموشی، ذلت اور رنج بھری زندگی، کفران نعمت، ادراک حقائق اور نعمتوں سے محرومیت ہے۔

۵۔ غفلت

قرآن اور ائمہ کی روایتوں میں غفلت کو مانع بصیرت گردانتا ہے جس طرح خدا اور قیامت کی یاد موجب بصیرت ہے اسی طرح غفلت دل کو نابینا کر دیتی ہے۔[۵]

غافل ہونے کے بعد انسان خدا اور آخرت کو بھول جاتا ہے۔

۱۔ مولا علیؑ نے فرمایا المال مادة الشهوات نہج البلاغہ حکمت ۵۸

۲۔ صادق آل محمد نے فرمایا "ان من بقاء المسلمین وبقاء الاسلام، ان تصیر الاموال عند من یعرف بها الحق ویصنع المعروف۔۔۔ حر عاملی ج ۱۱، ص ۵۲۱

۳۔ امل، امید اور آرزو ہے، جر، خلیل فرہنگ لاروس ترجمہ سید حمید طیبیان مطبوعہ ۴ امیر کبیر تہران ۱۳۷۳ جلد ۱ ص ۳۲۲

۴۔ قمی، سابقہ حوالہ ج ۱، ص ۳۰

۵۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے" من نسی الله سبحانه انساه الله نفسه واعمی قلبه، جو خدا کو بھول جاتا ہے، خدا بھی اسے یاد نہیں کرتا اور اس کے دل کو اندھا کر دیتا ہے۔

اللہ کی ہدایتوں سے محروم ہوجاتا ہے اس کے دل پر تالے لگ جاتے ہیں کیونکہ اگر خدا کو کوئی بھلادیتا ہے تو پھر خدا بھی اسے یاد نہیں کرتا اس کے دل کو اندھا کردیتا ہے۔

یادخدا کرنے والے کی بصیرت اور اسے بھلادینے والے کی بے بصیرتی کا دنیا ہی میں پتہ چل جاتا ہے آخرت ظہور حقائق کی جگہ ہے لہٰذا وہاں حقائق ظاہر ہوجائیں گے جو شخص دنیا میں خدا کو نہیں دیکھتا وہ نابینا ہے اگرچہ اسے خود بھی نہیں معلوم کہ وہ نابینا ہے۔[1] اس بنا پر غفلت کا ایک نتیجہ دل کا اندھا پن ہے۔ جس طرح یادخدا کا اثر بصیرت ہے اس کی طرح خدا کو بھول جانا اندھا پن ہے۔[2]

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو "فرقان" عطا کیا تھا یعنی حق کو باطل سے، نور کو تاریکی سے جدا کرنے کی طاقت دی تھی اور وہ شئے عطا کی تھی جو اہل تقویٰ کے لئے یاد آوری کا سرمایہ ہے۔[3]

لہٰذا" ھویٰ " "نفس امارہ " دنیا سے دلبستگی" " شیطان" مانع بصیرت ہیں اس وجہ سے خدا کی پناہ تلاش کرنے کی کوشش ہونی چاہئے جیسا کہ ہم دعا میں پڑھتے ہیں فیاغوثاہُ ثم واغوثاہ بک یااللہ من ھویً قد غلبنی من عدو قد استکلب علی ومن دنیا قد تزینت لی ومن نفس امارۃ بالسّوءِ الّا ما رحم ربیّ "[4] خدایا میری فریاد سن لے جو ہوائے نفس نے مجھ پر غلبہ کیا ہے تو اس سے بچالے، اس نے کتے کی طرح مجھ پر حملہ کرکے پیچھے ڈھکیل دیا ہے اور اس دنیا سے بھی محفوظ رکھ جو میرے لئے آراستہ ہوگئی ہے۔ اور نفس امارہ سے بھی مگر میرا پروردگار اگر رحم فرمادے تو میرا بیڑا پار ہوجائے۔

۱۔ جوادی آملی" تسنیم" محقق حسن واعظی محمدی، اسراء قم ۱۳۸۸ جلد ۷ ص ۵۲۳۔

۲۔ حوالہ مذکورہ۔

۳۔ سورہ انبیاء، آیت ۴۹۔

۴۔ مجلسی، بحار الانوار، ج ۸۴، ص ۲۸۸، طبرسی رضی الدین حسن بن الفضلی مکارم الاخلاق" یک جلدی، شریف رضی، قم، ۱۴۱۲ق، ص ۳۰۲۔